قارئین

افکار و اخبار

نقد و نظر

علامہ انورشاہ کشمیریؒ اور آزاد کشمیر کی ایک مبارک تحریک

حضرت علامہ انورشاہ صاحبؒ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں حضرت سراپا علم وحکمت تھے، تفسیر وحدیث میں یکتائے زمانہ حضرت کی تبحر علمی وجامعیتِ فنون کے نہ صرف اہلِ ہند معترف تھے۔ بلکہ مصر وشام اور بیروت وحرمین شریفین میں بھی آپ مقبول تھے۔ حضرت شاہ صاحب کا قوتِ حافظہ محتاج بیان نہیں وہ زباں زد خلائق ہے کہ اگر ایک کتاب کے پانچ پانچ دس دس حواشی ہوتے تو سب آپ کو یاد ہوتے۔ علوم شرعیہ اور عقلیہ میں سے کوئی بھی ایسا علم نہیں جس میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل نہ ہو۔ اور شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ علماء متقدمین میں بھی ہر حیثیت سے ایسی جامع علوم عقلیہ اور نقلیہ ہستیاں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں، حضرت العلامہ کی یہ حیثیت اور یہ مقام ومرتبہ صرف اسلامی علوم وفنون ہی میں نہیں، بلکہ فلسفہ قدیم کی ہر شاخ سے وہ ماہرانہ واقفیت رکھتے تھے ڈاکٹر اقبال سے کون ناواقف ہے ایک نامور فلسفی ہونے کے علاوہ فلسفہ کے دقیق النظر عالم بھی تھے۔ مگر اس کے باوجود فلسفہ کی دقیق بحث زمان ومکان کے بارے میں سرگرداں وپریشاں تھے، اور حضرت شاہ صاحب سے رجوع کرکے اسے حل کیا، اسی طرح شاہ صاحب کا وہ منظوم رسالہ جو ضخامت میں تو مختصر ہے لیکن پورے موضوع کا عطر اس میں لاکر جمع کردیا ہے۔ جب وہ منظرِ عام پہ آیا تو ڈاکٹر مرحوم کے پاس حضرت شاہ نے ھدیتہ روانہ کیا۔ جب انہوں نے اس کا مطالعہ کیا۔ تو فرمایا کہ مولانا انورشاہ صاحب کا رسالہ پڑھ کر دنگ رہ گیا ہوں۔ کہ رات دن قال اللہ وقال الرسول سے وابستہ رہنے کے باوجود فلسفہ میں بھی ان کو اس درجہ بصیرت اور اس کے مسائل پہ اس قدر گہری نگاہ ہے کہ حدوث عالم پہ انہوں نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھ دیا حق یہ ہے کہ آج یورپ کا بڑے سے بڑا فلسفی بھی اس مسئلہ پہ اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ ڈاکٹر اقبال جو فلسفہ یونانی اور اسلامی بھی اور عہدِ حاضر کے فلسفہ مغرب پہ بھی کافی نظر رکھتے تھے وہ بھی اس رسالہ کے چار اشعار سے بہرہ اندوز نہ ہوسکے اور حضرت علامہ سے رجوع کرکے مطالب کو حل کیا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی شخصیت پہ بہت سے اربابِ قلم لکھ چکے اور آنے والے لکھتے رہیں گے مگر اس کے باوجود اس بات پہ قلق وافسوس اور رنج وغم تھا کہ اس جامع شخصیت پہ کہیں مجتمع ہوکر کام نہیں کیا گیا اور حضرت

——— علامہ کی تصانیف اور ان کے علوم سے سارے عالم کو روشناس نہیں کرایا گیا۔

لیکن جب یہ بات گوش گزار ہوئی کہ حکومت آزاد کشمیر نے اس کا ارادہ کیا تھا۔ مگر بہت دنوں تک پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکی تھی، مگر ابھی حال میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اسے آزاد کشمیر نے عملی جامہ پہنانے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ اور کام بھی شروع ہو گیا ہے تو دل فرحت و مسرت سے اچھلنے لگا۔ ہم تمام لوگ حکومت آزاد کشمیر کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں، اس میں صرف محدث کشمیری ہی کے علوم وفنون کی ترویج و اشاعت نہیں بلکہ اسلامی علوم وفنون کی بھی نشر و اشاعت ہے۔ خدائے ذوالجلال ان لوگوں کو پائے استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

ساتھ ہی ساتھ ہم انہیں ایک نیک مشورہ بھی دیں گے اور وہ یہ کہ حضرت علامہ کے جو قابلِ اعتماد شاگرد اس وقت ہندوستان اور پاکستان اور بیرون ممالک میں باحیات ہیں۔ ان سے براہ راست رابطہ قائم کریں۔ تاکہ اس موضوع پر ایک بسیط علمی اور عملی کام ہو سکے۔ (ابوالکلام وسیم گونڈوی دارالعلوم دیوبند۔ انڈیا)

ایرانی یا افغانی ؟ انقلاب ایران اور اسباب و نتائج کے عنوانات کے تحت جناب احمد عبداللہ صاحب نے بہت سے افغانی مشاہیر کو ایرانی بتایا ہے۔ جو صحیح اور درست نہیں ہے۔ موجودہ زمانے میں اگر کسی کو ایرانی کہا جائے تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ وہ علامہ خمینی کے ایران کا ایرانی ہے۔ لیکن موجودہ ایران حقیقت میں ایران نہیں، بلکہ پارس یا فارس ہے حقیقی ایران اگر ہے تو صرف موجودہ افغانستان ہے۔ جس کے تاجداروں کے سر پہ ھما نے تاج ہمایوں سجایا تھا اور جن سے وہ جام جم منسوب ہے جس کا تذکرہ شاعروں کے کلام اور ادیبوں کی تحریروں میں ہوا کرتا ہے۔ اسی جام جم کیطرف مرزا غالب نے یوں اشارہ کیا ہے ؎

اور سے آئیں گے بازار سے گر ٹوٹ گیا
جام جم سے میرا یہ جام سفال اچھا ہے۔

اس جام جم کے جمشید کا دارالخلافہ موجودہ افغانستان کا شہر بلخ تھا۔ علامہ خمینی کے ایران کا تہران یا اصفہان نہیں تھا۔

اسی طرح فقہ حنفی اور جس بزرگ شخصیت نے اصول و قانون کے موضوع پر لکھا ہے وہ نعمان بن ثابت ابوحنیفہ ایرانی نہیں بلکہ افغان تھے ان کے والد بزرگوار افغانستان کے موجودہ دارالخلافہ کابل کے تھے۔ مولانا احمد عبداللہ صاحب کو اس سلسلے میں یہ بھی معلوم ہو کہ مصر میں ایک شخص نے اس موضوع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں ابوحنیفہ کو افغان ثابت کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں اسے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی ہے۔

جناب احمد عبداللہ صاحب نے برمکی خاندان کے مشاہیر یحییٰ برمکی، خالد برمکی اور جعفر برمکی کو بھی جنہوں نے عباسی دور حکومت میں نہایت شاندار اور اہم خدمات انجام دی تھیں، ایرانی بتایا ہے۔ حالانکہ یہ موجودہ افغانستان کے شہر بلخ کے افغانی تھے اور ان کے بزرگ اسلام سے پہلے معبد نوبہار کے پجاری اور متولی ہوا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ بھی افغان تھے چشت نام کا گاؤں آج بھی افغانستان